ایک بکرے کی کہانی!

روزن دیوار سے...... عطاء الحق قاسمی

گزشتہ روز میں بکرا خریدنے گھر سے نکلا تو ایک جگہ مجھے بہت بڑا ہجوم نظر آیا چونکہ میری بینائی کافی کمزور ہے لہذا پہلی نظر میں مجھے یہ وکیلوں کا جلوس محسوس ہوا جو آزاد عدلیہ کی بحالی کیلئے ہر جمعرات کو نکالا جاتا ہے اور پھر دل کی بھڑاس نکال کر اس کے شرکا واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ اس روز میں اپنی عینک بھی گھر بھول گیا تھا چنانچہ مجھے تو یہ بھی لگا کہ اس ہجوم میں اعتزاز احسن، علی احمد کرد، منیر اے ملک، اطہر من اللہ اور جسٹس (ر) طارق محمود بھی شامل ہیں۔ میں نے دل میں دعا کی کہ یا اللہ ان کی قربانی قبول فرما لیکن جب میں اس ہجوم کے قریب پہنچا تو پتہ چلا کہ یہ وکیل نہیں قربانی کے بکرے ہیں۔ تب میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس اثناء میں میری نظر ایک بکرے پر پڑی جو مسلسل میری طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ شاید مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا، اسے غالباً شبہ تھا کہ یہ وہی شخص ہے جو ہر سال بکرا خریدنے گھر سے نکلتا ہے اور پھر انہیں ٹٹول ٹٹال کر واپس چلا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے اس کی آنکھوں میں نہ صرف یہ کہ خاصی محبت نظر آئی بلکہ وہ اپنے مالک سے آنکھ بچا کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ گیا اور پھر بلاوجہ دانت نکالنے لگا، تاہم یہ احساس تو مجھے بعد میں ہوا کہ وہ بلاوجہ دانت نہیں نکال رہا تھا بلکہ اس بہانے وہ مجھے اپنے دانت دکھا کر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ دوندا ہے اور یوں قربانی کے قابل ہے۔ اس کی اس حرکت کی ایک اور وجہ بھی مجھے اس وقت سمجھ آئی جب مجھے بکرے کے قریب پا کر ریوڑ کا مالک میرے پاس آیا اور میرے استفسار کے بغیر بولا ''26 ہزار!'' میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا کل رقم پانچ ہزار چھ سو روپے پر مشتمل تھی۔ میں نے بکرے کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس کا بکرے نے نہ صرف یہ کہ برا نہیں مانا بلکہ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ وہ خوش تھا کہ اس کی ایک دفعہ پر جان بچ گئی۔ یہ بکرا خاصا دور اندیش تھا کیونکہ اس دوران ایک بڑی توند والے شخص کو ایک لمبی کار میں سے اترتے دیکھ کر اس نے ''ڈڑکی'' لگادی اور ریوڑ میں گم ہو گیا۔

میں جس سڑک پر کھڑا تھا یہ ساری سڑک بکروں سے ''لبریز'' تھی جدھر نظر اٹھتی تھی بکرے ہی بکرے نظر آتے تھے، میری نظر ایک اور بکرے پر پڑی مگر میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے پہلے مجھے دیکھ رہا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ میں نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ پہلے بکرے کی طرح وہ جان بچانے کے چکر میں نہیں بلکہ جان قربان کرنے کا خواہشمند نظر آ رہا ہے، میں نے سوچا اب اس عمر میں کوئی بکرا ہی مجھ پر دل و جان نثار کر سکتا ہے، یہ خیال کافی اداس کرنے والا تھا۔ ممکن ہے میری یہ اداسی کی کیفیت خاصی دیر تک برقرار رہتی کہ اچانک اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا ''تم بکرا خریدنے آئے ہو یا یونہی او گرد کھڑے لوگوں پر ''شہورشہکا'' جمانے کا ارادہ ہے؟'' اللہ جانے مجھے یہ بکرا کیوں ہمدرد قسم کا ''انسان'' لگا میں نے کہا ''برادرم! بات یہ ہے کہ گھر سے تو بکرا خریدنے ہی کے ارادے سے نکلا ہوں مگر میرے پاس پیسے کم ہیں؟'' بولا ''کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟'' میں نے اسے بتایا ''میرے پاس پانچ ہزار چھ سو روپے ہیں'' اس پر وہ کچھ پریشان نظر آیا مگر پھر کچھ دیر بعد مجھے اس کے چہرے پر خوشی کی رمق نظر آئی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا ''پیسے تو تمہارے پاس دو چار مرغیاں خریدنے کے ہیں لیکن تم فکر نہ کرو'' میں نے پوچھا ''فکر کیسے نہ کروں؟'' اس نے کہا ''میں ابھی لنگڑا کر چلنا شروع ہو جاتا ہوں۔ تمہیں پتہ ہے لنگڑے بکرے کی قربانی جائز نہیں، مگر تم مالک سے کہنا کہ مجھے یہ بکرا منظور ہے مگر میں اس کے صرف پانچ ہزار دوں گا۔ یقین کرو وہ فوراً مان جائے گا بلکہ وہ شکر کرے گا کہ اس کا داغی مال بک گیا'' یہ کہتے ہوئے اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور بولا ''مگر میری ایک شرط ہے؟'' میں نے پوچھا ''وہ کیا؟'' اس نے کہا ''یہی کہ عید کے روز تم نے نماز سے فارغ ہوتے ہی مجھے ذبح کر ڈالنا ہے۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا!''

میں اس کی یہ بات سن کر پریشان ہو گیا۔ میں نے پوچھا ''تم زندگی سے اتنے بیزار کیوں ہیں؟'' کہنے لگا ''مہنگائی نے پریشان کیا ہوا ہے، ونڈ بہت مہنگا ہو گیا ہے اور چراگاہیں پانی نہ ہونے کی وجہ سے بنجر ہو گئی ہیں۔ تم یقین کرو، میں کئی دنوں سے فاقے سے تھا، اب دو چار دن سے مالک ہمیں کھانے کے لئے کچھ دے دیتا ہے تا کہ گاہک ہماری حالت دیکھ کر واپس نہ جائے۔ ایسے جینے کا کیا فائدہ جب جینے کا سامان ہی نہ رہے۔'' مجھے اپنے اور اس بکرے میں بہت مماثلت نظر آئی۔ فرق اگر تھا تو صرف یہ کہ مجھے معاشرے میں اپنی آن بان قائم رکھنے کے لئے گھر کی بے سروسامانی کے باوجود ظاہرداری پر کچھ نہ کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ دراصل اس کے اور میرے درمیان میں یہی فرق تھا کہ وہ لوئر کلاس کا تھا جبکہ میرا تعلق لوئر مڈل کلاس سے تھا۔ لوئر کلاس والے مرنے یا مارنے پر تل جاتے ہیں اور لوئر مڈل کلاس والوں میں نہ مرنے کی ہمت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی کو مارنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ میں نے اس مظلوم کلاس کے بکرے کو دیکھا، وہ امید بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کیا اور ریوڑ کے مالک کو رقم ادا کر کے بکرے کے گلے میں رسی ڈالی اور اسے گھسیٹتا ہوا سوزوکی وین کی طرف چل پڑا۔ یہ خصی بکرا تھا اور خصی خواہ بکرا ہو یا قوم، اس کا انجام یہی ہوتا ہے!

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے! ؟؟؟